اگر احرار مباہلہ سے فرار کرنا نہیں چاہتے تو منظور کردہ شرائط شائع کر دیں

مولوی مظہر علی صاحب اظہر کو ان کے تار کے جواب میں جو تحریر بھیجی گئی تھی۔ اور جسے الفضل میں درج کر دیا گیا تھا اس میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تھی کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقرر کردہ نمائندوں کے ساتھ مزدوری امور اور شرائط کے متعلق فیصلہ کر لیں۔ اور ساتھ ہی الفضل کے وہ پرچے۔ جن میں ان شرائط کا ذکر تھا ان کو بھیج دیئے گئے تھے لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس طرف آتے ان کی طرف سے اخبار مجاہد میں پے بہ پے ایک اعلان شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ وہ ہماری طرف سے یہ واضح اور غیر مبہم اعلان تمام دنیا کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم مرزا محمود کی پیش کردہ شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ . . . اور اپنی طرف سے کسی شرط پر اصرار نہیں کرتے۔ ہم [illegible] مرزا محمود کی پیش [illegible] الفد [illegible] کرتے ہوئے انشاء اللہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان مباہلہ کے لئے پہنچ جائیں گے" اگر یہ بات صرف عوام کو دھوکہ دینے۔ اور عین موقعہ پر الجھنیں پیدا کر کے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے نہیں لکھی جا رہی۔ تو براہ مہربانی وہ شرائط شائع کر دیں۔ جنہیں منظور کرنے کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ تاکہ ایک تو یہ معلوم ہو جائے کہ شرائط کو احرار نے صحیح طور پر سمجھ لیا ہے اور وہ انکی پابندی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور دوسرے جن لوگوں کو وہ اپنے ساتھ مباہلہ میں شریک کرنا چاہتے ہیں انہیں معلوم ہو جائے کہ مباہلہ میں شریک ہونے کے متعلق کیا شرائط ہیں جب تک احرار ایسا نہیں کرتے اس وقت تک ان کا یہ کہنا کہ وہ پیش کردہ شرائط کو منظور کرتے ہیں قطعاً بے حقیقت اور عوام کو مبتلائے فریب کرنے والی بات ہے۔ اور اس سے قطعاً یہ اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ عین وقت پر احرار پیش کردہ شرائط کی خلاف ورزی کر کے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ (الفضل)

198

مولود مسعود

خاندانِ نبوت میں ایک اور خوشی

۱۹ اکتوبر پونے ۶ بجے صبح جناب خان محمد عبد اللہ خان صاحب کے مشکوئے معلی میں یعنی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے بطن مبارک سے فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جناب خان صاحب اور حضرت سیدہ کا دوسرا فرزند ارجمند ہے۔ اللّٰھم زد فزد

سلسلہ کے تمام افراد میں یہ خبر خوشی سے پڑھی جائیگی۔ اس روز تمام مدارس اور دفاتر اس خوشی میں بند رہے۔ الحکم بھی اس تقریب پر صدقِ دل سے خاندانِ نبوت اور حضرت نواب صاحب کے خاندان کو مبارکباد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو لمبی عمر دے اور خادم دین بنائے۔ آمین +

[illegible]لانہ کے متعلق ہر احمدی کی ذمہ واری

[illegible] آرہا ہے۔ اس کے لئے انتظامات اور اجناس کی خرید و فروخت کا کام سرعت [illegible] کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق میں نے [illegible] جماعت کو تحریک بھجوادی تھی۔ الفضل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد یاد دہانی [illegible] رہی ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی جس رفتار سے ہونی چاہیئے ابھی شروع نہیں [illegible] ارہ گیا ہے۔ عہدیداران جماعت و احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ واری کو [illegible] جلسہ سالانہ کی رقوم بھجوائیں۔ ہر ایک جماعت کو چندہ جلسہ سالانہ کے بجٹ سے جانب ناظر صاحب [illegible] اطلاع جا چکی ہے جو عہدہ داروں نے اپنی جماعتوں سے وصول کر کے بھجوانا ہے۔ اگر کسی جماعت کو اطلاع [illegible] تو دفتر سے بہت جلد دریافت فرمالیں۔

ناظر بیت المال قادیان دار الامان

بلوکر آپ [illegible] سے جاری [illegible] آپ کوشش کی [illegible] گذشتہ موقوف کر [illegible] اخبار الفضل اور [illegible] ہوئی۔ حالانکہ وہ [illegible] سمجھتے ہو [illegible] کی طرف۔ کتنے [illegible] نہ ملی ہو [illegible] تو پھر [illegible] تو کہنے [illegible] ہاں۔ یہ [illegible] اجب [illegible]

دار البیعت لدھیانہ

دار البیعت لدھیانہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے پہلے ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں بیعت لینی شروع فرمائی۔ وہ سلسلہ بیعت جو وسیع ہو کر دنیا کے کناروں تک پہنچے گا انشاء اللہ۔ اور جس میں داخل ہونیکا فخر بادشاہوں کو بھی حاصل ہوگا وہ ایک معمولی سے مکان میں شروع ہوا۔ جن اصحاب کو اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونیکی عزت حاصل ہے۔ ان پر اس مکان کا بھی حق ہے کہ پہلے بیعت کے مقام کی حیثیت بھی بڑھائیں۔ آئندہ نسلیں نہ معلوم اس مکان کو کس قدر عالی شان بنائیں گی۔ لیکن موجودہ وقت کے احمدیوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنی موجودہ حیثیت کے مطابق اسکی تعمیر میں حصہ لیں یہ معاملہ اس سے پہلے بھی مجلس مشاورت کے موقعہ پر احباب کے نوٹس میں لایا جا چکا ہے اور بہت سے دوستوں نے اسکی تعمیر میں حصہ لینے کے لئے چندہ لکھوایا تھا اور وہ اب تک آٹھ سو روپے کے اوپر رقم بھی وصول ہو چکی ہے تعمیر جو اس وقت زیر تجویز ہے اس کیلئے صرف پندرہ سو تک کا تخمینہ ہے۔ اس لئے احباب کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو دوست دار البیعت کی اس پہلی تعمیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں وہ جس قدر جلد اپنا چندہ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کو بھجوا سکتے ہوں بھجوا دیں تا تعمیر کا کام شروع ہونے سے پہلے وہ ثواب [illegible] ئیں اور گو وہ اس وقت پہلی بیعت کے مقام پر بیعت میں شامل نہیں ہو سکے لیکن اب اس خاص مقام پر عمارت کے چندہ میں شامل ہو کر اس سے ایک گونہ تعلق پیدا کر سکیں۔ ناظر بیت المال قادیان

بعض نہایت افسوسناک اموات

منشی فیاض علی صاحب مرحوم

منشی فیاض علی صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے حالات زندگی اور روایات الحکم میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں ان کے متعلق اور دیگر بزرگوں کے متعلق اس قدر کافی خیال کرتا ہوں کہ ان الفاظ میں ان کے ذکر کو محفوظ کر دوں جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں فرمائے۔ اس سے بہتر ان کا ذکر کوئی کیا کر سکتا ہے تاہم اگر ان کے رشتہ داروں احباب میں سے کسی کو مفصل حالات لکھنے کا موقع ملے تو الحکم کے کالم ان کو شائع کرنے کے لئے ہر وقت موجود ہیں۔

۱۶ اکتوبر خطبہ جمعہ کے بعد حضور نے بعض مخلصین کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

پچھلے عشرہ میں جماعت احمدیہ کے بعض اچھے مخلص فوت ہو گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہیں۔ ایک ہمارے

شیخ غلام احمد صاحب واعظ

تھے۔ جن کا اسی ہفتہ میں انتقال ہوا ہے۔ پھر

شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر

لائل پور کا انتقال ہوا ہے انہیں مبایعین کی جماعت میں داخل ہوئے گو ابھی ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا مگر وہ بھی صحابی تھے اور بیعت خلافت کے بعد انہوں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ اور جماعت کے کاموں میں بہت قربانی کرنے لگ گئے تھے۔ اور روزانہ اخلاص میں بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب

بھی وفات پا گئے ہیں وہ گو صحابی نہیں تھے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے بیعت کی۔ مگر نہایت مخلص تھے۔ اور ہمیشہ جماعت کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ

سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ

بھی وفات پا گئی ہیں۔ وہ بھی سلسلہ سے گہرا اخلاص رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان پر اپنے فضل کا ہاتھ رکھے۔

منشی فیاض علی صاحب

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ اور ۳۱۳ میں ان کا نام تھا۔ فوت ہو گئے ہیں۔ میں جمعہ کے بعد ان کا جنازہ پڑھانے جاؤں گا۔ ان موتوں کے ساتھ ساتھ یہ خیال ہر شخص کے دل میں اٹھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ کوشش کریں کہ وہ اسی رنگ میں رنگین ہو جائیں جس رنگ میں وہ لوگ رنگین تھے۔ وہ سلسلہ کے لئے قربانیاں کریں اور اللہ تعالےٰ کی طرف ایسی انابت اور توجہ کریں۔ کہ اس انابت کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ اور ان کا ایمان صرف خشک ایمان نہ رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی طرح انہیں تر ایمان حاصل [illegible]

(الفضل)

نعرے

سُنے ہیں ہم نے زندہ باد و مُردہ باد کے نعرے
تکبّر سے جو کہتا تھا "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ"
وہ بول اٹھا۔ کہ اٰمنتُ بربِّ موسےٰ و ہارون
یہ پانی میں ہوئے غائب۔ وہ خشکی پر ہوئے زائل
ہوئے یوں بے نشاں اتنا پتہ چلنا ہوا مشکل
مٹے یہ خود بھی۔ نعرے بھی مٹے ان کے مگر کچھ کچھ
تعجب کیا اگر عرش الٰہی کو ہلا ڈالیں
بڑی مدت سے زوروں پر تھے اب کم تر ہی اٹھینگے
کل اِک ناکامِ کوئے عشقِ جاناں کی زباں پر تھا
کسی بدبخت طائر کے اسیر دام ہونے پر
کسی کو کیا خبر کس شان و شوکت سے نکلتے ہیں
یہ نعرے زندگی تک ہیں سنو گے دم نکلنے پر

بہت کانوں میں گونجے ہیں سخن کی داد کے نعرے
لگاتا تھا جفا و جور و استبداد کے نعرے
ہوئے غرقاب جب قلزم میں ذی الاوتاد کے نعرے
اِدھر فرعون۔ اُدھر نمرود اور شدّاد کے نعرے
کہاں سے اُٹھے۔ کب اٹھے ثمود و عاد کے نعرے
زبانوں پر ہیں اِن نعرہ زنوں کی یاد کے نعرے
ستم دیدہ کسی مظلوم کی فریاد کے نعرے
بغاوت۔ فسق۔ شرک و کفر اور الحاد کے نعرے
ہوئے وقفِ بیاباں قیس اور فرہاد کے نعرے
سُنے ہوں ورنہ سن لینا کبھی صیاد کے نعرے
کسی آفت رسیدہ۔ خانماں برباد کے نعرے
عزیزوں۔ دوستوں ہمسایوں اور اولاد کے نعرے

حسن یہ سارے فانی تھے۔ جو باقی رہنے والے ہیں
وہ نعرے! ہاں وہ نعرے ہیں! خدا کی یاد کے نعرے

حسن رہتاسی

احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کا انتخاب

۱۸ اکتوبر ۵ بجے شام احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن کا ایک غیر معمولی اجلاس سال رواں کے لئے نئے عہدہ دار منتخب کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ صاحبزادہ عبد الوہاب عمر خلف حضرت خلیفہ اول بالاتفاق نائب سیکرٹری منتخب ہوئے۔

نامہ نگار

درخواست [دعا]

کچھ نہیں دل میں تمنا مال و دو[لت] کے لئے
اور نہ خواہش ہے کسی جاہ [و عزت] کے لئے
سلسلہ کے دوستوں سے ہے [یہ آ]رزو
اک دعا ہو جائے عرفانی [محبت] کے لئے
[illegible]

چوہدری عبد القدیر خانصاحب [illegible] چوہدری عبد الغنی خانصاحب کاٹھ گڑھی عرصہ [illegible] چلے آتے ہیں۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ [illegible] کے لئے احباب دعا فرمائیں۔

خاکسار عبد الرحیم خاں کاٹھ گڑھی

میں کیوں کر احمدی ہوا

میں سکندر علی ولد چوہدری ولیداد صاحب نمبردار ساکن موضع نکھس کلاں متصل اٹھوال حال وارد ننگل باغبانان متصل قادیان دار الامان تحصیل و ضلع گورداسپور کا ہوں۔ بندہ کا کرسی نامہ۔ سکندر علی بن ولیداد نمبردار بن محکم دین نمبردار بن متصدی نمبردار قوم جٹ نکھس ہے میں اپنے باپ کا ایک بیٹا تھا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھایا۔ اور کوئی کام نہیں کروایا بندہ نے کلانور کے مڈل سکول میں مڈل تک تعلیم پائی مگر امتحان نہ دیا۔ اور سکول چھوڑ دیا۔ پھر بندہ امریکن مشن گورداسپور کے ایک سکول موضع سدھواں متصل گورداسپور میں یکم اکتوبر ۱۸۸۸ء سے ملازم ہوگیا۔ ۱۸۹۳ء میں پادری عبداللہ صاحب کیخلاف شہادت دینے پر پادری کالورڈ صاحب انگریز نے مجھے موقوف کر دیا۔ اس مقدمہ میں پادری عبداللہ کے شراب پینے کا مقدمہ صاحب بہادر کے پیش ہوا۔ سب مدرسین نے شہادت میں اخفا کیا اور سب کو موقوف کر دیا۔ بندہ نے اخفا نہیں کیا۔ بلکہ صحیح صحیح واقعات بیان کیا۔ تو مجھے تنخواہ دیکر موقوف کرکے حکم دیا۔ کہ دو ماہ بعد میں تمکو معافی دونگا۔ اور ایک ہی ماہ بعد معافی دیدی۔ اور تین روپے ترقی دیکر موضع امین پور میں تبدیل کر دیا۔ اور پانچ سال بندہ سدھواں میں رہا۔ اور ایک دن گورداسپور سے آتے ہوئے پادری عبداللہ صاحب نے میرے ساتھ مذہبی گفتگو اس طرح شروع کی۔ کہ سکندر علی میں نے تمکو کبھی نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر کہا روزہ رکھنے سے روکا ہے۔ مینے کہا نہیں۔ پھر خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اس میں آپکا کیا مطلب ہے۔ کیا کسی نے میری شکایت کی ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ میں نے اسلئے پوچھا ہے۔ کہ جس کام کے کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہو وہ کیوں کرنا۔ مینے کہا نماز و روزہ بے فائدہ ہے۔ یہ تو عبادت ہے۔ جیسے آپ بھی عبادت کرتے ہیں۔ تو کہنے لگا کہ کیا تم کو ہمارے مذہب پر کوئی شک ہے۔ کہ سچا نہیں۔ میں نے کہا یہ سوال ہی فضول ہے جبکہ ہر آدمی دوسرے مذہب کو حق پر نہیں سمجھتا تبھی تو اس میں شامل نہیں ہوتا۔ جیسے آپ مسلمانوں کے مذہب کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو پھر زبان کہلوانا اچھا نہیں ہے۔

پھر کہنے لگا کہ اچھا ہمارے مذہب کے متعلق آپ کو کیا شک ہے یا اعتراض ہے۔ میں نے کہا جناب میں ہوا نوکر آپ ہوئے آقا۔ میں نے کوئی ایسی بات کہدی جو آپ کو بری لگی تو آپ ناراض ہو کر سکول سے موقوف کر دینگے۔ تو کیا فائدہ ایسی باتوں کا۔ تو بڑی نرمی اور محبت سے کہنے لگا۔ نہیں نہیں یہ خیال ہی اٹھا دو۔ بھائی بھائی بن کر بات کرو۔ اور جو اعتراض ہے کھلے دل سے کرو۔ میں نے کہا۔ پھر عرض یہ ہے۔ کہ خدا کتنے ہیں۔ تو کہنے لگا ایک ہی خدا ہے۔ میں نے کہا تو پھر آپ عیسیٰؑ کو کیا سمجھتے ہیں۔ بندہ یا خدا۔ تو کہنے لگا کہ خدا۔ میں نے کہا "قادر مطلق خدا"۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اب میرے کئی سوال پیدا ہوتے ہیں (۱) جب عیسےؑ پیدا نہ ہوتے تھے۔ تو ان سے پہلے کی مخلوقات کس نے بنائی۔ (۲) اگر عیسیٰؑ خدا تھے تو باوجود قادر مطلق ہونے کے یہودی غالب آگئے۔ اور انکو صلیب پر دے دیا۔

(۳) جب عیسیٰؑ ۳ دن قبر میں رہے تو ان تین دن میں خدائی کا کام کون چلاتا رہا۔ کون رزق دیتا تھا کون مارتا تھا۔ کون زندہ رکھتا تھا۔ اور کیا کمی دنیا میں ہوگئی۔ اس طرح کے چند سوال ہوئے۔ جن کا جواب کچھ نہ دیا۔ اور خاموش ہو کر مدرسہ میں آپہنچے۔ اور بات چیت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ صبح کو کلانور چلے گئے۔

دوسرے تیسرے روز اس کے دو بیٹے آئے جو رات میرے پاس رہا کرتے تھے۔ اور دن کو گورداسپور سکول پڑھنے جایا کرتے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے ہمارے آپا سے کوئی سوال کئے تھے۔ میں نے کہا انہوں نے خود ہی پوچھا تھا۔ تو میں نے عرض کر دئے۔ کہنے لگا کہ وہ ہم کو لکھ دو۔ میں نے میں لکھ کر نہیں دیتا۔ کیونکہ تم صاحب پاس جاؤگے کہ منشی ایسے ایسے سوال کرتا ہے۔ پھر سکول سے نکلوا دوگے۔

آخر کہنے لگے تم نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰؑ کے مرنے کے بعد کونسی خدائی میں کمی آگئی تھی۔ میں نے کہا ہاں کیا تھا۔ تو مجھے مثال دی جس پر مجھے بڑی حیرانی بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ کہ عجیب جواب ہے۔

کہنے لگے ہریکین کی چمنی اوتار لی جاتے تو کیا اس میں کمی آجاتی ہے۔ میں نے کہا یہ آسان بات ہے۔ شام کو جلاؤگے تو چمنی اوتار کر دکھا دونگا۔ کہ روغنی کتنی کم ہو جاتی ہے۔ اس پر خاموش رہے۔

پھر جب بندہ ۱۸۹۳ء میں امین پور آیا۔ تو وہاں مجھے ایک طرف سے تو عیسائی میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف پٹواری اولاد حسین صاحب شیعہ کلانوری وہاں پٹواری ہو کر آ گئے۔ اور انہوں نے رات سکول میں میرے پاس رہنا شروع کیا۔ اور محبت ہوگئی وہ اپنی باتیں منوائیں۔ کہ جب تک شیعہ نہ ہوگے نماز روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور ایک طرف ایک سید صاحب جو میرے استاد کے حقیقی بھتیجے یعنی برادر زادہ تھے جو میرے ہم عمر تھے۔ وہ ایک گاؤں سے اپنے بھائی سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے۔ اور دو سال بعد آئے تھے۔ وہ مجھے کچھ کہنے لگ گئے۔ ہر ایک کا ذکر الگ الگ آگے کرتا ہوں۔

پہلے تو پادری صاحب تھے جو دورہ پر جاڑے کے موسم میں آتے تھے۔ ایک دفعہ آئے ہوئے تھے جو رات کو گرجا کر کے خیمہ کی طرف چلے۔ بندہ لالٹین لئے ساتھ جا رہا تھا۔ جب صاحب اندر چلے گئے اور میں نے لالٹین پکڑا دی۔ تو کہنے لگے۔ سکندر علی ذرا ٹھہر جا۔ اور خیمہ کے اندر آجا۔ میں چلا گیا۔ تو میم صاحبہ انگیٹھی تاپ رہے تھے۔ ہم تینوں انگیٹھی کے پاس بیٹھ گئے صاحب پوچھتا ہے۔ سکندر علی! میں نے سنا ہے کہ تو ہمارے ساتھ بحث کرنی چاہتا ہے۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ بڑے افسر اور ایم۔ اے۔ اور میں پرائمری پاس بے علم۔

آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہیں سے سنا تھا۔ میں نے سوچ سوچ کر بات سمجھ لی۔ اور میں نے کہا کہ صاحب اصل میں جنہوں نے آپ کو کہا ہے۔ وہ خود سوال کا جواب دے سکتے تھے۔ اور کہا تھا کہ ہم اس کا جواب صاحب بہادر سے پوچھ کر بتا دینگے میں نے کہا تھا کہ اچھا۔

تو صاحب نے پوچھا وہ کیا مسئلہ تھا۔ میں نے عرض کی کہ ایک دفعہ میں اور بابو ہیرا لال اور بابو مہتاب دین تینوں اکٹھے آرہے تھے۔ تو کہنے لگے منشی جی تم کو دس بارہ سال کا عرصہ ہم میں رہتے ہو گیا ہے۔ اور تم عیسائی نہیں ہوتے۔ میں نے کہا عیسائی کی تعریف کرو۔

انہوں نے کہا جو عیسیٰؑ کو مانے اور اس پر ایمان لاوے۔ میں نے کہا میں عیسیٰؑ کو مانتا بھی ہوں۔ اور میرا ان پر ایمان بھی ہے۔ ان معنوں سے تو میں عیسائی بھی ہوں۔ تو کہنے لگے جس طرح ہم مانتے ہیں تم اس طرح نہیں مانتے۔ میں نے کہا کہ تم تو ان کو خدا بناتے اور مانتے ہو۔ یہ میں نہیں مانتا۔ میں تو ان کو پیغمبر اور رہنما یقین کرتا ہوں۔ تم مجھے اس کا خدا ہونا سمجھا دو۔ تو دونوں نے کہا ہم نہیں سمجھا سکتے۔ صاحب بہادر سمجھا دینگے۔ میں نے کہا ان سے دریافت کر آنا۔ بس صاحب یہ بات ہوئی تھی۔ انہوں نے ہی آپ کو کہا ہوگا۔

صاحب بہادر نے بڑی لمبی سانس بھر کر کہا کہ سکندر علی اس کا جواب ہمارے بڑے بڑے پادریوں کو نہیں آتا۔ پھر میں نے کہا میں کیسے مانوں۔

کہنے لگے ایک بات تم کو کہتا ہوں کہ تو خدا تعالےٰ سے یہ دعا بہت کیا کر کہ اے خدا مجھے سیدھا راستہ دکھا دے۔ میں نے کہا کہ یہ تو میں ہر روز کئی کئی بار دعا کیا کرتا ہوں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ اب آپ کے کہنے سے اور بھی زیادہ تعدد کر دعا کیا کرونگا اور سلسلہ کلام ختم ہوا۔

جب اگلے سال پھر دورے پر آئے تو امین پور سے چل کر ہم دونوں موضع گھرے کو جا رہے تھے راستے میں پوچھا سکندر علی اب دل کا کیا حال ہے دعا کرتا رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ کہنے لگے پھر کچھ پتہ لگا ہے۔ میں نے کہا وہی حال ہے جو آگے تھا۔

تو کہنے لگے اچھا یہ بتا تو روٹی کھایا کرتا ہے میں نے کہا جی ہر روز دو دفعہ۔ تو کہنے لگے اس کا حال مجھے سمجھا کہ اسکو پیٹ میں جا کر کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کھانا کھاتا ہوں وہ پیٹ میں جا کر عرق اس کا الگ ہو کر جسم کی غذا بن جاتا ہے۔ اور فضلہ پاخانے کے رستے نکل جاتا ہے۔

تو کہنے لگے مجھے یہ بات سمجھا کہ اس کا عرق اور فضلہ کیسے بنتا ہے۔ میں نے کہا حضور یہ بات حکیم و طبیب و ڈاکٹر خوب جانتے ہیں۔ ان سے پوچھیں تو مجھے کہنے لگے جب اسکو سمجھا نہیں تو مان کیوں لیا۔ میں نے کہا کہ مشاہدہ بتاتا ہے کہ کھانا کھائیں تو پاخانہ آتا ہے۔ نہ کھائیں تو کمزوری ہو جاتی ہے۔ اور پاخانہ نہیں آتا۔

تو کہنے لگے کہ جب تو اسکو بغیر سمجھنے کے مان لیا ہے۔ تو اسی طرح تم مسیح کی خدائی بھی مان لو۔ میں نے کہا کہ میں نے عرض کر دی ہے۔ کہ مشاہدہ ہے جو یقین دلاتا ہے۔ مسیح کی خدائی کا مشاہدہ کوئی نہیں ہے۔

پھر کہنے لگے بھلا یہ بتاؤ کہ زمین سے سورج کتنی دور ہے ۔ میں نے کہا کہتے کتنے کروڑ میل دور ہے تو صاحب کہنے لگے یہ مجھے سمجھاؤ کہ پیمائش کرنے والے کس چیز پر چڑھ کر سورج کی طرف ناپتا گیا ہے ۔ میں نے کہا کہ یہ سوال جغرافیہ والوں سے کرنا چاہئے جنہوں نے جغرافیہ لکھا ہے ۔

تو کہنے لگے تو بغیر سوچے سمجھے اسکو کیوں مان لیا ۔ جس طرح یہ بات بغیر سوچے سمجھے مان لی ہے ۔ اسی طرح اسکو بھی مان لیں ۔ میں نے کہا پادری صاحب یہ دونوں ایسی باتیں ہیں ۔ کہ جن کے متعلق قیامت کو سوال ہونا ہے ۔ اگر اب ہوتا ۔ تو ہم حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں اور جغرافیہ بنانے والوں سے خوب سمجھنے کی کوشش کرتے ۔ لیکن قیامت کو یہ سوال ہوگا ۔ کہ مسیح خدا کو خدا کیوں نہ مانا ۔ یا کیوں مانا ۔ اور حقیقی کو کیوں نہ مانا ۔

آگے صاحب خاموش رہا اور ڈیرے پہ پہنچ گئے ۔ اور سلسلہ کلام ختم ہو گیا ۔

اسی طرح اور کئی دفعہ پادریوں سے گفتگو ہوتی رہی ۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم نے مجھے ان سے محفوظ رکھا ۔ ایک دفعہ لالچ بھی دیا گیا ۔ کہ ۵۰ روپے تنخواہ دے دینگے ۔ میں نے کہا دین روپے کی خاطر نہیں چھوڑنا چاہیئے ۔

(۲) اب تمواری صاحب کا واقعہ ایک ہی سناتا ہوں کہ ایک بڑی ضخیم کتاب مجھے دی کہ یہ تیرے لیے لایا ہوں ۔ اس کو پڑھا کرو ۔ اور شیعہ مذہب کی مجھے کوئی واقفی بھی نہ تھی ۔ میں نے وہ کتاب لی اور کھولی تو اس صفحہ کے سرے پر جو عبارت تھی اس میں حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو برا بھلا اور گالیاں وغیرہ دی ہوئی تھیں ۔ جو مجھے بہت ہی بری لگیں ۔ میں نے اسی وقت بند کرکے ان کو دے دی ۔ کہ یہ کتاب میرے پڑھنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس میں ان بزرگوں کو برا بھلا کہا گیا ہے ۔ جنہوں نے اپنی عمریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاریں ۔ اور بڑی بڑی قربانیاں کرکے دکھائیں ۔ اگر یہ لوگ پاک اور مطہر نہ ہوئے تو بعد رسول ہو کے کس طرح کوئی نیک بن سکتا ہے ۔

(۳) اب اس سید کا واقعہ بیان کرتا ہوں ۔ جس کا نام غلام حیدر شاہ اور گاؤں کے امام کا بیٹا تھا اور میری اور اسکی بڑی محبت تھی ۔ اور اکٹھے ہی ان کے حقیقی چچا احمد شاہ صاحب کے پاس پڑھتے رہتے تھے ۔

اب یہ اپنے بھائی صفدر علی شاہ سے جو ابھی زندہ ہے ۔ ناراض ہو کر باہر چلا گیا تھا ۔ وہاں جاکر فقیروں میں مل گیا ۔ اور ان کی بیعت کی اور دو سال ان میں کہیں گذار کر واپس آ گئے ۔ اور ان دنوں بندہ سکول پڑھا کر رات کو ہر روز گھر آ جایا کرتا تھا ۔ وہ رات کو میرے پاس آ بیٹھے اور حقہ نوشی کرتے رہتے کہ اس وقت بندہ حقہ پیتا تھا ۔ پیچھے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ زماں نے حقہ چھڑا دیا) اور باتوں باتوں میں کہنے لگے اسکندر علی تمہاری کتنی عمر ہے ۔ میں نے کہا شاہ صاحب تمہارے جتنی ہی ہے ۔ کوئی ایک دو سال کا ہی فرق ہوگا تو کہنے لگے ۳۰ یا ۳۲ سال کی ہوگی ۔ میں نے کہا ہاں قریبا اتنی ہی ہے ۔ تو کہنے لگا ۔ کہ اتنی عمر تک نماز روزہ پڑھتا ہی رہا ہے ۔

میں نے کہا ہاں پڑھتا رہا ہوں ۔ تو کہنے لگا پھر خدا نظر آگیا ۔ میں نے کہا کہ اس نے تو قیامت کو دیدار دینا ہے ۔ کہنے لگا قرآن میں لکھا ہے کہ جو یہاں اندھا رہا وہ وہاں بھی اندھا ہی رہیگا ۔ میں نے کہا بات تو ٹھیک ہے ۔ پھر آپ نے دیکھ لیا ہے تو مجھے کہا کہ میں تو ۳۰ دن میں دکھا دونگا ۔ جب اس نے یہ بات کہی مجھے حسن ظنی ہو گئی ۔ اور میں دل سے اس کا ہو گیا ۔ کہ بڑی خوشی کی بات ہے جو خدا دکھا دے ۔ اس سے بڑھ کر کون اچھا ہے

اب یہ ہوا کہ جوں جوں میں اس کے پیچھے پڑتا ہوں وہ پرے ہٹے ۔ اور کہے یہ راہ بڑی کٹھن اور مشکل ہے ۔ تم اس راہ پر نہیں چل سکوگے ۔ لوگ تمہیں کافر کہنے لگ جائینگے ۔ میں نے کہا لوگ خدا سے بڑے تو نہیں ۔ ہونگے تو بڑے ہوں ۔ پھر کہنے لگا تیرا حقیقی چچا اللہ داد ناراض ہوگا ۔ اور اور تیرے استاد جو میرے چچا ہیں وہ ناراض ہو جائینگے ۔ میں نے جواب دیا خدا سے بڑے تو نہیں جب خدا کے ملنے سے ناراض ہوں تو ہوں ۔ (ایک طرح سے اس نے میری یہ کافر کہلوانے والی منزل پہلے ہی حل کر دی)

اسی طرح کئی دن گزر گئے ۔ میرا ایک امام دین بافندہ بھی دوست تھا ۔ اس سے ذکر کیا کہ غلام حیدر اس طرح کہتا ہے ۔ وہ بھی تیار ہو گیا ۔ آخر ہم نے بیعت کے لئے کہا تو خود تو بیعت نہ لی ایک اور کمبخت فقیر کی بیعت کرا دی ۔

اور پھر ہم کو سبق دینے لگا ۔ کہ جب مذہب کی پھانسی گلے پڑی ہے نجات نہیں ہو سکتی ۔ تم اپنے آپ کو لا مذہب کہلاؤ ۔ کہ ہم نہ مسلمان نہ ہندو نہ آریہ نہ سکھ کچھ بھی نہیں ۔ جب نیستی میں آؤگے تب ہستی میں آؤگے ۔ دیکھو دانہ پہلے زمین کے اندر گل جاتا ہے ۔ تب اس کی انگوری نکلتی اور پھلتی پھولتی ہے ۔ مجبوراً یہ بھی مانا ۔

پھر کہے کسی لڑکی پر عاشق ہو تب مجازی عشق سے حقیقی عشق پیدا ہوگا ۔ میں نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا میں کونسا خوبصورت ہوں ۔ جو یہ معاملہ بھی طے ہو ۔

پھر کہا کہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سانس اوپر کھینچنے کی مشق کرو ۔ میں نے کہا میں نے تو ہر روز چار کوس جانا اور پھر چار کوس رات کو آنا ہوتا ہے یہ کیسے کر سکتا ہوں ۔ اور میرا دل مانتا ہے کہ یہ راہ غلط ہے ۔ کیونکہ اگر سب لوگ اسی راستے پر چلیں تو دنیا کے کاروبار بند ہو جاویں ۔ یہ کام ہر ایک نہیں کر سکتا ۔ اور خدا تو سب کا ہے ۔ سب کو اسکو حاصل کرنا چاہیئے ۔ اسی کشمکش میں کئی ماہ گزر گئے

اور نماز کے متعلق کہنے لگے کہ کس کی پڑھتے ہو میں نے کہا خدا کی ۔ تو کہنے لگا بالکل غلط ہے ۔ یہ نماز لوگوں کی نماز ہے ۔ دکھلاوے کی نماز ہے ۔ اگر خدا کی نماز پڑھنی ہے ۔ تو لکھا ہے کہ پچھلی کوٹھڑی جا اور نماز پڑھ جہاں سوائے خدا کے کوئی نہیں دیکھتا میں نے کہا وہ تہجد کی نماز جو ہے ۔ کہنے لگا بس وہی نماز ہے ۔ اسکو پڑھا کرو ۔ باقی دکھلاوے کی نمازیں ہیں ۔ میں نے کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جماعت کے ساتھ پانچوں وقت نماز پڑھاتے تھے اور اسی کی تاکید امت کو فرما گئے ہیں ۔ کوئی معقول جواب نہ دیا ۔ اسی طرح قریباً ایک سال اسکے ساتھ ضائع کیا ۔ قدرتاً دوپہر کے وقت اسکے گھر آگ لگ

گئی ۔ اور گھر کا سارا اسباب باپ دادا کا جمع کیا ہوا جل گیا ۔ اور کنگال ہو کر بیٹھ گیا ۔

ایک دن بندہ اس کے پاس گھر گیا ۔ اور اسکو کہا کہ تو نے میرا سال ضائع کر دیا اور خدا دکھانے کی بجائے اگلی نیکیاں بھی برباد کرائیں ۔ اور ناحق جھوٹا وعدہ دیکر مجھے خراب کیا ۔ اب مجھے خدا دکھاؤ ۔ یا کہو میں نے جھوٹ بولا تھا ۔

آخر مجھے یہ بتایا کہ تیرا نام کیا ہے ۔ میں نے کہا تم نہیں جانتے ۔ کہنے لگا جانتا ہوں مگر بول کر بتاؤ ۔ میں نے کہا سکندر علی ۔ اس نے میرے سارے اعضا بدن کے پوچھے میں بتاتا گیا کہ یہ سر ہے یہ ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں ۔ تو کہنے لگا سکندر علی کس کا نام ہے ۔ میں نے کہا اس سارے مجموعے کا ۔ کہنے لگا اسی طرح اگر کلانور کی طرف سے یا کسی جگہ سے آکر کوئی کہے کہ لکھن کلاں کہاں ہے ۔ تو لوگ بتادینگے کہ وہ سامنے گاؤں نظر آتا ہے ۔ اب گاؤں میں داخل ہو کر پوچھے کسی مکان یا گھر کو تو لوگ کہینگے یہ فلاں کا مکان ہے یا حویلی ہے ۔ یا مسجد ہے ۔ اسی طرح پوچھتا آگے نکل جائے ۔ اور کہے بھائی لکھن کلاں کونسا ہے ۔ لوگ کہینگے میاں یہ سارے مکان جو ہیں یہی لکھن کلاں ہے ۔ تو جس طرح سارے مجموعے کا نام لکھن کلاں ہے اسی طرح یہ آسمان زمین درخت چارپائے انسان سورج چاند یہ سارا مجموعہ زمین آسمان کا جو ہے اسی کا نام خدا ہے ۔ یعنی خود آپ کا مخفف ہے ۔ خیر میں نے اسکی سن لی اور اٹھ کر چلا آیا ۔ اور اپنے آپ افسوس کرتا رہا ۔

اور وہ اس کے بعد اپنے دروازے پہ لکھکر (کہ آج میرے پاس یسوع مسیح آیا اور اس نے کہا آٹھ میں تیرے قریب آیا ہوں بپتسمہ لے اور پھر تو بپتسمہ دینے والا ہو جائیگا) قریب کے گاؤں اوگر دکھیرا میں چلا گیا ۔ جہاں پادری گاڈرن صاحب کا ڈیرا تھا اور وہ عیسائی ہو کر پھر جہلم کو بھیجا گیا ۔ پھر آکر منشی غلام صاحب کے ساتھ مباہلہ کرکے مرگیا ۔ اور بندہ نے توبہ کر لی ۔

میرے دل میں ایک مسئلہ دیر سے چلا آتا تھا ۔ جس کا حل ہونا مشکل نظر آتا تھا ۔ وہ یہ کہ کہتے ہیں توریت و انجیل بھی قرآن کریم کی طرح خدا کا کلام ہے ۔ لیکن انجیل والے کہتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ ان کی جگہ اور آدمی سولی دیا گیا اور وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ۔ یہ دونوں باتیں ملتی نہیں ۔ ایک تو ضرور جھوٹ ہے ۔

پھر میں نے اپنے استاد سے جو گاؤں کے امام بھی تھے پوچھا ۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تو نے عیسائی ہونا ہے ۔ تجھے ان سے کیا ۔ جو مسلمان کہتے ہیں وہ صحیح جانو ۔ مگر اس جواب سے تسلی نہ ہوئی ۔ اور دل ہی دل میں اسکو سوچتا رہا ۔

ایک دفعہ بندہ گورداسپور گیا ۔ تو ایک اشتہار پڑھا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا (کہ مسیح جو آنے والا تھا وہ آگیا ہے ۔ اور وہ میں ہوں ۔ جس کے کان سننے کے ہیں سنے ۔ اور جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں وہ دیکھے) یہ مضمون اس اشتہار کا تھا ۔ پڑھ کر حیرانی سی ہوئی کہ وہ تو آسمان سے آئیں گے ۔ یہ کیسے مسیح بن گئے ۔ اس پر غور نہ کیا اور چپ رہا ۔

پھر ایک دفعہ میں گورداسپور تنخواہ لینے گیا۔ تو سنا کہ آج مرزا صاحب قادیانی عدالت میں آئے ہوئے ہیں اور ہجوم بہت ہے۔ اس لئے حاکم کچہری باہر کر رہا ہے۔ تا کہ لوگ ان کو دیکھ لیں۔ بندہ سن کر بھاگا اور ایک منشی غلام محمدؐ بھائی اور ایک عیماں عیسائی مناد تینوں دوڑے گئے۔ جب ضلع میں گئے تو کچہری برخواست ہو چکی تھی۔ حیران ہوئے کہ اب کہاں تلاش کریں۔ اتنے میں ایک شخص ملا اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ علی احمد وکیل کی کوٹھی میں ہیں۔ وہاں جاؤ۔ وہ ہم کو لیکر وہاں پہنچا۔ حضرت اقدس مسیح موعود برآمدہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ لوگوں میں سے ہوکر آگے نکل گیا۔

اسی وقت حضرت صاحب یہ ذکر کر رہے تھے کہ جس طرح عیسیٰؑ مسیح حاکم پلاطوس کے سامنے عدالت میں پیش ہوئے اور ان کے ساتھ دو چور تھے اور حاکم نے کہا میں تم میں کوئی قصور یا جرم نہیں پاتا۔ تم بے گناہ ہو۔ اسی طرح آج میں ڈپٹی کمشنر ڈگلس صاحب بہادر کے پیش ہوا۔ اور میرے ساتھ بھی ایک چور پیش ہوا۔ اور حاکم نے مجھے بھی کہا کہ تم بری ہو میں تم میں کوئی جرم نہیں پاتا۔ گویا یہ مشابہت اپنی مسیح کے ساتھ بیان کی۔

بندہ کی خواہش تھی کہ میں اُس اشتہار والی بات خود ان سے پوچھوں۔ مگر اندر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول رضؓ بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے ان کا نام بتایا۔ میں ان کے پاس جا بیٹھا۔ اور پوچھا کہ مرزا صاحب نے سچ مچ مسیح کا دعویٰ کیا ہوا ہے کہنے لگے ہاں سچ ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے کتاب عنایت فرما دیں۔ تو میں پڑھ کر سمجھوں۔ تو فرمانے لگے کہ کتابیں یہاں ساتھ نہیں لائے قادیان آ کر لے لینا پھر بندہ اٹھ کر حضرت مرزا صاحب کے پاس جا بیٹھا۔ اور دل میں یہ خواہش تھی کہ ان سے کوئی بات کروں۔ تو لوگوں کو بتاؤں گا۔ کہ میں مرزا صاحب کے ساتھ باتیں کر کے آیا ہوں۔

میں نے عرض کی کہ حضور ایک اشتہار پڑھا جس میں مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ وہ اشتہار آپ کا ہے؟ اور آپ نے سچ مچ دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح ہوں؟ تو فرمانے لگے ہاں۔ میں نے عرض کی کہ حضور قرآن شریف وحدیث کے رُو سے یا کسی اور طرح فرمایا قرآن وحدیث کے مطابق۔ میں نے پھر عرض کی کہ حضور وہ آیتیں اور حدیثیں مجھے بھی بتائی جائیں۔ تا کہ میں رہ نہ جاؤں۔ تو فرمانے لگے یہ سیر حوصلے کا خیر ہے۔ یہ سمجھنے کی باتیں ہیں۔ قادیان آجانا۔ سمجھایا بھی جائیگا اور کتابیں بھی مل جائینگی اور میرا پتہ اور نام اور پیشہ پوچھا۔ میں نے بتایا کہ مشن میں ملازم ہوں۔ کلانور کے پاس میرا گاؤں ہے۔ تو فرمایا کہ کلانور میں مرزا نیاز بیگ یا کچھ ایسا نام بتایا کہ وہاں ان کو ملنا۔ وہ تم کو سمجھا دینگے اور کوئی کتاب بھی دینگے۔ لیکن گورداسپور سے آتے ہی وہ نام بھول گیا۔ کئی دفعہ کلانور جاتا لیکن پوچھتا تو کیا پوچھتا۔ نام یاد نہ رہا۔ افسوس سے چلا آتا۔ پھر کچھ زمانہ گزر گیا۔

اور پھر مجھے ایک رسالہ انوار الاسلام جو سیالکوٹ سے نکلتا تھا۔ کہیں سے مل گیا۔ تو اس میں دوسرے مذہب والوں کو جواب دئے ہوتے تھے۔ میں اس کا خریدار ہو گیا۔

ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد ایک جنگل میں خدا تعالیٰ کے حضور رویا اور دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ میں بہت ہی اندھیرے میں پڑا ہوں۔ دل میں کوئی تسلی نہیں کہ کس مذہب کس فرقے میں شامل ہوں۔ نہ اتنا علم ہے نہ کتابیں پاس ہیں نہ کوئی ایسا عالم ہی ملا ہے۔ جس سے پوچھ کر تسلی ہو۔ تُو مہربانی کر کے مجھے اتنی عمر دے کہ میں امام مہدی کے آنے تک زندہ رہوں. کیونکہ وہ تو تیری طرف سے آئے ہوں گے۔ جو کچھ بتائینگے وہ صحیح ہوگا۔ اگر ان کے آنے میں دیر ہے۔ اور میری اتنی عمر نہیں تو قیامت کو مجھے بخش دینا۔ پکڑ نہ کرنی کہ فلاں مذہب یا فرقہ میں کیوں شامل نہ ہوا۔

یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور چند دنوں کے بعد میرے احمدی ہونے کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ ایک تو یہ باعث ہوا۔ کہ ایک شخص جس کا بھائی میرے پاس پڑھا کرتا تھا وہ بٹالہ سے آتے ہوئے دھرم کوٹ بگا آئے تو سڑک پر پل پر کھڑے ایک مولوی صاحب ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ وہ اسکو پسند آگئی۔ اور ۸ لم ر کو خرید لی۔ مگر بھا ان پڑھ۔ اس نے وہ کتاب مجھے دی۔ کہ یہ مجھے اچھی لگی تھی۔ میں خرید لایا ہوں۔ آپ سنائیں۔

میں نے وہ دیکھی۔ تو وہ مولوی فتح دین دھرمکوٹی کی لکھی ہوئی تھی۔ جس کا نام بھی اپنے نام پر رکھا ہوا تھا۔ رسالہ فتح الدین یا وفات مسیح۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ تو عیسیٰؑ والا مسئلہ جو شروع سے میرے دل میں کھٹکتا تھا صاف ہو گیا۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں زندہ بالکل نہیں۔

اسی عرصہ میں منشی غلام محمد صاحب جو میرے نزدیک اور وہ مدرس مشن تھے ایک رسالہ رازِ حقیقت تصنیف حضرت صاحب کہیں سے لے آئے۔ اور مجھے آکر بتایا کہ ایک کتاب مرزا صاحب کی ملی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں۔ زندہ آسمان پر نہیں ہیں۔

میں نے ان کو کہا۔ کہ مجھے بھی ایک کتاب ملی ہے جس سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ میں نے وہ ان کو دے دی۔ اور میں نے ان سے وہ لے لی۔ اور پڑھ کر عیسیٰؑ کی فوتیدگی پر پورا پورا یقین ہو گیا۔

پھر رسالہ انوار الاسلام میں ایک اشتہار نکلا کہ ایک کتاب ہمارے پاس ایسی ہے۔ جس کی قیمت پہلے سو روپیہ پھر پچاس روپیہ پھر پچیس روپیہ تھی۔ اور میں اب تین روپے کو فروخت کرتا ہوں۔ جس میں ہر ایک مذہب والوں کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

میں نے ان کو لکھا۔ کہ وہ کتاب مجھے فوراً وی پی کر کے بھیجدو۔ انہوں نے وی۔ پی کر کے بھیجدی مگر بے جلد چار جلدیں اور نامکمل تھیں۔ میں نے ان کو لکھا۔ کہ کتاب تو آگئی ہے۔ مگر اس پر قیمت نہیں لکھا ہوا۔ کچھ جز یں غلطی سے رہ گئی ہونگی۔ وہ بھیج دو۔ انہوں نے لکھا کہ چھپی ہی اتنی ہے۔

خیر منشی غلام محمد صاحب سے جلد بندھوائی اور غور سے پڑھا۔ تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تصنیف براہین احمدیہ نام کی تھی۔ پڑھنی شروع کی۔ بہت لطف آتا گیا۔ مگر سلسلہ کا کوئی پتہ نہ لگا کہ وہاں بیعت بھی ہوتی ہے۔ یا ان کا مرید ہونا چاہیے۔ یا نہ۔

ایک دن دوپہر کے وقت کئی مسافر سڑک پر جا رہے تھے۔ جو گورداسپور سے کلانور کو جاتی ہے۔ اس کے کنارے اپنے پور گاؤں میں بر لب سڑک مدرسہ تھا۔ وہ مسافر دھوپ کے مارے اندر آ گئے۔ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اسپر کتاب براہین احمدیہ پڑی تھی۔ اٹھا کر پڑھنے لگ گئے۔ مجھے پوچھنے لگے آپ احمدی ہیں۔ میں نے یہ لفظ کبھی سنا نہیں تھا۔ میں نے کہا پتہ نہیں احمدی کون ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ مرزائی ہیں۔ میں نے کہا یہ نام بھی ابھی سنا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں مرزائی کون ہوتے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے۔ آپ قادیان والے مرزا صاحب کے مرید ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ تو وہ حیران سے ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مسیح و امام مہدی ہیں۔ ان کی بیعت ضروری ہے۔ اگر تمہارے پاس بائیبل ہے۔ تو میں اس میں سے ثبوت دکھادونگا۔

میں نے بائیبل دی تو انہوں نے دانیئل کا بارھواں باب پڑھ کر میکائیل کی پیشگوئی خوب سمجھائی۔ جو مجھے خوب سمجھ آگئی۔ انہوں نے اپنا گاؤں اوجلہ بتایا اور نام عبد المجید۔ گورداسپور میں ملازم تھے۔ میں نے کہا واپس آؤ تو مل کر جانا۔ یونہی نہ چلے جانا۔ تیسرے دن کا وعدہ کر گئے۔

اس دن میں ایک پادری کو بلا لایا تھا تا کہ وہ بھی شن لے۔ وہ آ گئے۔ اور میں نے کہا کہ آپ نے جو دانیئل کا بارھواں باب سنایا تھا ایک دفعہ پھر سنا دیں۔ تا کہ مجھے یاد ہو جائے۔ انہوں نے پھر سمجھایا۔ لیکن پادری بولا تک نہیں۔ ان کے ساتھ میں نے وعدہ کیا۔ کہ اتوار کو ضرور قادیان آجاؤنگا۔ اور وہ کہہ گئے کہ ایک کتاب عسل مصفیٰ ابھی نکلی ہے۔ وہ ضرور لے آنا۔ اس میں سب مسائل درج ہیں۔

پھر اتوار کو میں اور منشی غلام محمدؐ صاحب ایک اور آدمی تینوں قادیان آئے۔ اور ۳۰ مارچ ۱۹۰۲ء کو بعد نماز مغرب بیعت کی۔ اور جاتے وقت حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب کو فرمایا ان کو کچھ کتابیں اور اشتہار دیدو۔ انہوں نے چند کتابیں و اشتہار دے دئے۔ اور عسل مصفیٰ بھی انہوں نے دے دی۔ اور قیمت ادھار کر لی۔

اس طرح ہم دونوں بیعت کر کے واپس گئے۔ اور گاؤں میں مخالفت شروع ہو گئی۔ ایک دن ایک مدرس اور ایک دوہی شیعہ پٹواری کہنے لگے۔ تمہیں پتہ بھی ہے۔ مرزا صاحب تو نبی بنتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ جس مسیح کو تم مانتے ہو کہ آوے گا۔ تم اسکو نبی مانتے ہو یا نہیں۔ کہنے لگے وہ تو نبی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر وہ نبی ہے۔ تو یہ وہی ہیں۔ جو آنا تھا۔ تو پھر یہ نبی کیوں نہ ہوں۔ ضرور نبی ہیں۔ توبہ توبہ کرنے لگ گئے۔ اور لوگوں کو کہہ دیا۔

کہ اس کے ساتھ کوئی حقہ وغیرہ نہ پیئو۔ میں نے کہا مجھے خوشی ہے۔ نہ پیئو۔

ایک دفعہ پھر میں اور منشی غلام محمد صاحب قادیان آئے۔ عصر کی نماز کے بعد ہم واپس جانے لگے تو حضرت صاحب نے کھڑکی کے اندر جاکر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا جو لوگ بیعت کر کے جلدی جلدی قادیان نہیں آتے۔ یا یہاں آکر نہیں رہتے۔ ہمیں ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

بندہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم جو مصلے پر بیٹھے تھے۔ ان کے پاس آبیٹھا اور عرض کی حضرت صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے اور ہمیں بڑا فکر لگ گیا ہے۔ فرمانے لگے کیوں۔ میں نے کہا۔ ہم نہ جلدی جلدی آسکتے ہیں نہ یہاں رہ سکتے ہیں۔ کہنے لگے کیوں۔ میں نے کہا حضور مشن میں ملازم ہوں۔ کبھی چھٹی آئے تو آسکتے ہیں۔ اور وہاں نوکری کر رہا ہوں۔ جس سے بال بچوں کا گذارہ چلتا ہے۔ اور یہاں آکر کیا کرونگا بیوی اور بچے بھوکے رہینگے۔

اس پر مولوی صاحب کو خوب جوش آگیا اور کہا سکندر علی تیرے ایمان کا تو اب پتہ لگا ہے۔ تو نے تو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب سمجھا ہی نہیں۔ اپنی نوکری پر بھروسہ ہے۔ اور تو نے خدا تعالےٰ پر بڑی بدظنی کی ہے۔ میں حیران ہو گیا۔ اور کہا حضور کیسے۔ مجھے سمجھاویں۔

تو فرمایا دیکھ تو تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کی نیت سے مسیح کے قدموں میں آکر گرے اور اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے بال بچے کو بھوکا مارے گا۔ وہ رب جو ہے خود سامان پیدا کر دے گا۔

پھر ہم دونوں قادیان سے چل پڑے اور راستے میں دعا کرتے گئے۔ کہ یا الٰہی ہمارے قادیان میں رہنے کا سامان پیدا کر دے۔ ہم یہاں ہی آجاویں۔ اللہ تعالےٰ نے دعا قبول کرلی اور سامان ہونا شروع ہوا۔

پادری نے ہم کو کہا یا تو قادیان جانا چھوڑ دو۔ اور بیعت چھوڑ دو۔ یا نوکری چھوڑ دو۔ ہم نے کہا نوکری چھوڑ دینگے۔ ہم نے تمہارے پاس دین نہیں بیچا ہوا۔ وقت بیچا ہوا ہے۔ آخر چھ ماہ کے بعد سکول سے علیحدہ کر دیا۔ اور ہم نے کہا ہم کو چٹھی دے دو جس جرم کی وجہ سے ہمیں نکالا گیا ہے۔ انہوں نے لکھ دیا۔ کہ کام تو اچھا کرتے رہے ہیں۔ لیکن قادیانی ہونے کی وجہ سے ہم ان کو علیحدہ کرتے ہیں۔ وہ چٹھی حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ہم سے اخبار میں چھاپنے کے لیئے لے لی تھی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس کرم الدین کے مقدمہ میں گورداسپور مقیم تھے۔ بندہ بھی وہیں تھا کیونکہ ملازمت سے تو علیحدہ ہو گیا تھا۔

رات کے وقت حضور نے فرمایا۔ گرمی بہت ہے۔ چارپائی چھت پر بچھادو۔ جب چارپائی چھت پر بچھائی گئی۔ جب حضور اوپر کی سیڑھی پر پہنچے تو دیکھا کہ چھت کی منڈیر نہیں ہے۔ تو وہاں سے ہی نیچے اتر گئے۔ کہ بغیر منڈیر کے چھت پر ہم نہیں سو سکتے۔ اور کمرے کے اندر چارپائی بچھائی اور ساری رات پنکھا کر اکر رات گذاری۔

اگلی صبح کو حضور اندر تشریف رکھتے تھے۔ بندہ پاؤں دبا رہا تھا۔ اس وقت میں نے عرض کی۔ کہ حضور جب سے بیعت کی ہے۔ بہت سی تکالیف کا سامنا ہو گیا۔ ملازمت الگ چھوٹ گئی۔ اور برادری سب ناراض ہے۔ بلکہ بیوی بھی سخت ناراض ہے۔ حکم ہو تو میں قادیان ہی جا رہوں۔ حضور نے فرمایا جب کپڑا صاف کرنا ہو تو میل دور کرنے کے لیئے کیا کچھ اسکو کرنا پڑتا ہے۔ تب جاکر صاف ہوتا ہے۔ صبر رکھو جب خدا چاہیگا قادیان آجانا۔

جب نوکری چھوٹنے والی تھی۔ مجھے خواب آئی۔ کہ میرے مکان کا دالان گر پڑا ہے۔ میں تو دوڑ کر نکل آیا۔ بیوی نیچے آگئی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ جاکر دیکھوں۔ کیا حال ہے۔ شہتیر کا ایک سرا اوپر دیوار پر ہے۔ اور وہ اس کے نیچے دیوار کے ساتھ بیٹھی ہے۔ میں نے پوچھا چوٹ تو نہیں آئی۔ کہنے لگی نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی اسکو باہر نکالا اور مکان کے شمال کی طرف دیکھا تو پختہ اینٹوں کا مکان بنا ہوا ہے۔ جو میری ہی جگہ میں ہے۔ تو بہت خوش ہوا۔ کہ کچا مکان گر گیا اور پختہ خدا نے دے دیا ہے۔ جس کی تعبیر دل میں یہ آئی کہ یہ کچی نوکری ٹوٹ جائیگی۔ اور پختہ نوکری اللہ تعالےٰ دے دیگا۔ جو بعینہٖ پوری ہو گئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

جب بندہ بیعت کر کے گیا۔ تو ایک سید نے ایک مسئلہ میرے پیش کیا۔ کہ امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھنا چاہیئے۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور کارڈ لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ تو جواب گیا کہ الحمد ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی میں نے اسکو کہا کہ لو فیصلہ ہو گیا۔ جو حَکَم و عدل نے فیصلہ کر دیا وہ صحیح ہے۔ ہمارا تو اسی پر عمل رہیگا۔ تم جو چاہو کرو۔

پھر وہ سید صفدر علی شاہ جو امام مسجد تھا ایک دن قلمی کتاب لایا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ جب امام مہدی تشریف لاوینگے تو مدینہ منورہ جاوینگے۔ اور دریافت کرینگے کہ یہ دو قبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس کی ہیں لوگ بتائینگے کہ ابوبکر صدیق اور عمر خطاب کی ہیں۔ تو امام مہدی کو از حد غصہ آجائیگا۔ اور دونوں قبریں اکھاڑ دیگا۔ اور لاشوں کو باہر نکال کر دُرّے مارے گا۔ اور درختوں کے ساتھ الٹا کر کے لٹکا دیگا۔

مجھے یہ بیان پڑھ کر حیرانی ہوئی۔ کہ اتنا جھوٹ اس کتاب میں کسی نے کیوں لکھ مارا۔ اس سید کو میں نے کہا۔ کہ تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے میرا ایمان تازہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ سنا ہوا ہے۔ کہ عادل اور نیک لوگوں کی لاشیں ثابت رہتی ہیں۔ اسکو مٹی نہیں کھاتی اور تمہاری کتاب سے ثابت ہو گیا ہے۔ ابوبکر صدیق و عمر خطاب کی لاشیں ثابت کی ثابت نکلینگی۔ تو ثابت ہو گیا کہ وہ دونوں بزرگ عادل اور نیک تھے۔ اور وہ کوئی فرضی مہدی انکو مارنے والا ہی جھوٹا اور گنہگار ہوگا۔

اسی طرح ایک اور سید پیر تھا۔ وہ ہمارے گاؤں میں اپنے مرید کے ہاں ٹھیرا ہوا تھا عصر کی نماز کے وقت میں نے اور اس نے نماز عصر پڑھی۔ مجھے کہنے لگا۔ تم لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ میں نے کہا کیسے۔ اس نے کہا قرآن میں لکھا ہے۔ کہ وضو کے وقت پاؤں کا مسح کرو اور تم لوگ الٹ کرتے ہو۔ کہ دہوتے ہو۔ یہ قرآن کی نافرمانی ہے۔ میں نے قرآن نکال کر ترجمہ بتایا کہ دیکھو دھونا لکھا ہے۔ لفظی ترجمہ تو مجھے اس وقت آتا نہ تھا۔ اس نے کہا کہ دہونا کس لفظ کے معنے ہیں۔ کہنے لگا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو دہو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو سر کا اور پاؤں کا۔ اوپر فاغسلوا لکھا ہے۔ جس کے معنے دہونے کے ہیں۔

اور دوسرے میں وامسحوا لکھا ہے۔ یعنی مسح کرلو۔ اس میں دہونا غلط لکھا ہے۔

دوسری دلیل اس نے دی کہ جن اعضا کا وضو میں دہونا فرض کیا ہے۔ تیمم میں اس کا مسح لکھا ہے۔ اور جس اعضا کا وضو میں مسح تھا تیمم میں اسکو چھوڑ دیا ہے۔ جیسے سر کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح پاؤں چھوڑے جاتے ہیں۔

میں اس دلیل سے عاجز رہ گیا۔ اور دل میں شک ضرور پڑ گیا۔ مگر پاؤں کو دہوتا ہی رہا۔

پھر میں احمدی ہو کر حضرت مسیح موعود کے پاؤں دبا رہا تھا۔ جو یہ مسئلہ مجھے یاد آگیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ حضور ایک سید پیر نے مجھے یہ شک ڈال دیا ہوا ہے۔

حضور مسیحؑ نے میری ایسی تسلی کر دی کہ ذرہ شک و شبہ نہ رہا۔ فرمانے لگے۔ اس نے جو یہ قاعدہ بتایا ہے۔ کہ جن اعضا کا وضو میں دہونا لکھا۔ ان کا تیمم میں مسح ہے۔ اور جن کا مسح لکھا ہے ان کو تیمم میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔

کیونکہ ایک جنبی آدمی کو سارا بدن دہونا فرض ہے۔ لیکن جب وہ تیمم کریگا۔ تو وہ بھی ہاتھ اور منہ ہی کا مسح کریگا۔ باقی بدن چھوڑا گیا۔ حالانکہ سارا بدن دہونا فرض تھا۔ تو جس طرح تیمم میں بدن چھوڑا گیا ہے۔ اسی طرح تیمم میں پاؤں کو چھوڑے گئے ہیں۔

حقہ پینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے اس طرح چھڑایا۔ کہ ایک دن بسراواں کی طرف سیر کو جا رہے تھے۔ بندہ بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اور حضور نے یہ ذکر شروع کیا۔ کہ جو لوگ چھوٹی سی چیز کو ترک نہیں کر سکتے جس کے ترک کرنے سے کچھ نقصان ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی ناراض ہوتا ہے۔ اس کو اگر ایسی چیز چھوڑنے کے لیے کہی جائے کہ جس کے چھوڑنے سے مائی باپ بھائی برادری دوست یار سب ناراض ہو جائیں تو وہ اسکو کب چھوڑ سکتا ہے۔ اور کیا ترقی کر سکتا ہے۔ مثلاً حقہ والا حقہ چھوڑ دے۔ تو کوئی ناراض نہیں ہوتا۔

اسی طرح افیم پوست وغیرہ کو چھوڑنے والے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا۔ لیکن پھر اسکو یہ چیز چھوڑنی بڑی مشکل نظر آتی ہے۔ تو ایسے کو اگر یہ کہا جائے کہ تمہارا مذہب غلط ہے۔ اسکو چھوڑ دو۔ تو اس کے ماں باپ بھائی برادری دوست یار سب ناراض ہو جاتے ہیں۔

بس اس نقطہ کو سمجھ کر میں نے اس وقت حقہ پینے سے توبہ کر لی۔ اور آج تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس پر قائم رکھا۔

مارچ ۱۹۰۲ء میں میں نے بیعت کی اور یکم جنوری ۱۹۰۴ء میں بندہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ملازم ہو گیا۔ اور ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء میں بندہ ہجرت کر کے تلونڈی جھنگلاں سے یہاں آگیا۔ لیکن ایک غلطی یا کسی گناہ کے سبب بجائے قادیان رہائش رکھنے کے موضع بھینی بانگر متصل قادیان میں رہ پڑا۔ اور وجہ یہ تھی۔ کہ اس وقت بندہ کو مبلغ چھ روپے تنخواہ ملتی تھی۔ اور دل میں سمجھا کہ قادیان میں رہنے سے مکان کرایہ۔ خاکروب۔ ماشکی۔ دھوبی وغیرہ کو چھ روپے میں سے دیکر باقی میں گزارہ مشکل ہوگا۔ اس خیال نے بندہ کو بھینی بانگر میں رہائش رکھنے پر مجبور کر دیا۔

ایک دفعہ بندہ کو ایام جلسہ میں طاعون ہو گئی اور اس وقت یہاں نہ ارد گرد کہیں طاعون تھا ۲۲ یوم بیمار رہا۔ ان دنوں میں حضرت ناناجان حضرت میر صاحب نے مجھے پیغام بھیجا کہ اگر ہجرت کر کے آیا تھا۔ تو بھینی میں کیوں جا رہا۔ قادیان میں کیوں رہائش اختیار نہ کی۔ تندرست ہونے پر میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور بعض دوست مشورہ دیتے ہیں کہ تو ہجرت کر کے آیا۔ تو بھینی میں کیوں رہا۔ یہاں آجانا چاہیئے۔ حضرت نے سید محمد سرور شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ یہ کوئی بات نہیں بعض اصحابہ مدینہ منورہ سے تین چار کوس کے فاصلہ پر رہا کرتے تھے۔ اور یہ تو وقت جلدی آنیوالا ہے کہ کوئی نہیں کہیگا۔ کہ تمہارا کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ محلہ قادیان ہو گا۔ اور کوئی نہ کہیگا کہ بھینی کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ بھینی محلہ قادیان ہوگا۔ اور اسی طرح ننگل باغبانان کے متعلق فرمایا۔ کہ کوئی نہ کہیگا۔ کہ ننگل کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ یہ ہوگا کہ ننگل محلہ قادیان ہوگا۔

پھر بندہ نے رہائش یہاں ہی رکھی۔ ورنہ قادیان چلے آنا تھا۔ بندہ جنوری ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۹ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں ملازم رہا۔ پھر ریٹائر ہو گیا۔ اور ۳۵ روپے ماہوار پنشن ہو گئی جو اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اور اب تک بندہ بھینی بانگر محلہ قادیان میں آباد ہے۔

مکرر یہ کہ بندہ کا حقیقی چچا مسمی اللہ داد ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ بہت عرصہ تک ملازم رہا تھا۔ جبکہ بندہ پڑھا کرتا تھا۔ اس زمانہ سے میں ان کی زبانی سنا کرتا تھا۔ کہ اگر دنیا میں کوئی سید ہے تو وہ میر ناصر نواب صاحب ہیں۔ کیونکہ اگر سخی ہیں تو وہ۔ بہادر ہیں تو وہ۔ با اخلاق ہیں تو وہ۔

یہ باتیں مجھے یاد تھیں۔ بیعت کے بعد بندہ نے ان کو کہا کہ تم جو یہ باتیں میر صاحب کے متعلق کہا کرتے تھے۔ تو اب وہ تو قادیان میں دھونی رما بیٹھے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔ تو ایسے نیک انسان نے مان لیا ہے۔ تو تم بھی مان لو۔ تو پھر مجھے جواب دیا کہ اگر وہ سید ہوتے تو مغل کی بیعت کیوں کرتے میں نے کہا تمہاری کس بات کو جھوٹا سمجھیں اور کس کو سچا!۔ مگر بہرحال پہلی باتیں سچ تھیں۔ کیونکہ اس وقت آپ کے دل میں تعصب نہ تھا۔ اور اب یہ تعصب کی وجہ سے کہ رہے ہو۔ پھر وہ ذلیل ہو کر فوت ہوا۔ مگر مانا نہ تھا۔ فقط

خاکسار سکندر علی بقلم خود مہاجر۔ موضع بھینی بانگر محلہ قادیان ۳۵-۹-۵

متفرقات

ماسٹر اللہ داد صاحب کے متعلق اخبار احسان کی دروغگوئی

احراری اخبارات نے احمدیت کے مقابل میں آکر اپنے ایمان کا تو دیوالہ ہی نکال دیا ہے خدا کی قدرت ہے۔ کبھی بھی ان لوگوں کے منہ سے سچی بات نہیں نکلی۔ اور اللہ تعالےٰ نے لعنت اللہ علی الکاذبین کا وعید نازل کرنے کے لئے سچ کی توفیق ہی ان سے چھین لی ہے ان کے ان جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ وہ بھی ہے۔ جو احراری اخبارات نے ماسٹر اللہ داد صاحب ہیڈ مدرس ڈی۔ بی پرائمری سکول کے متعلق اپنے اخبارات میں شائع کیا ہے ؎

چنانچہ احسان نے ۱۹ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے کہ ماسٹر صاحب کے آنے سے مدرسہ کے طلبار کی تعداد میں کمی آگئی ہے۔ نیز ماسٹر صاحب طلبار کو احمدی بنانے کے لئے تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ قادیان کا ہر شخص جسکے اندر ایک ذرا بھی ایمان ہوگا۔ وہ اس امر کا اعتراف کریگا۔ کہ ماسٹر صاحب کے قادیان آنے سے قبل سکول کی حالت اسقدر نازک ہو گئی تھی کہ لوگوں میں یہ چرچہ ہو چکا تھا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اس سکول کو اب رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ بھی تجویز ہوا تھا کہ یہ مدرسہ سمال ٹون کمیٹی قادیان کو دیدیا جائے۔ مگر سمال ٹون نے بھی اس مدرسہ کا بوجھ اپنے اوپر لینا مناسب خیال نہ کیا۔

ہم روزانہ دیکھتے تھے کہ مدرسہ کی بدحالی کی وجہ سے مدرسہ کئی کئی روز بند رہتا تھا۔ اور اس امر کا ریکارڈ ڈسٹرکٹ بورڈ اور افسران تعلیم کے پاس موجود ہے مدرسہ کی اس حالت سے تنگ آکر افسران تعلیم نے ماسٹر اللہ داد صاحب کو یہاں بھیجا۔ جنہوں نے اپنی قابلیت اور حسن سلوک سے پھر لڑکے حاصل کئے اور ایک ٹوٹے مدرسہ کو از سر نو چلا کر دکھا دیا۔ اور طلباء کی تعداد کو ۹۰ تک پہنچا دیا۔

احراری جو ایک احمدی مدرس کی کامیابی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اس مدرسہ کو ناکام بنانے کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ خود قائم کیا۔ اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بچے اس مدرسہ سے ہٹا لیں۔ مگر وہ باوجود پوری کوشش کے مدرسہ کو بند نہ کر سکے۔ اور اب بھی مدرسہ پہلے سے اچھی حالت میں چل رہا ہے۔ احراری جب کوششوں میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے اب ماسٹر صاحب موصوف کے خلاف یہ فتنہ پھیلانا شروع کر دیا۔ یہی حقیقت اس تبلیغی الزام کی ہے۔ ورنہ ہر عقلمند آدمی جان سکتا ہے کہ ۵ سال سے لیکر ۹ سال تک کے بچوں میں تبلیغ کرنے کے کیا معنے ہیں۔ ماسٹر اللہ داد صاحب ایک ہوشیار۔ محنتی۔ اور قابل استاد ہیں۔ جن کی محنت سے یہ مدرسہ چل رہا ہے۔ ورنہ ایک عرصہ سے یہ مدرسہ بند ہو چکا ہوتا۔ کاش خدا احرار کی آنکھیں کھولے اور سچ کا اعتراف کرنا سیکھیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ کا مضمون)

لطف و کرم اور اخلاق فاضلہ پر غور کرو کہ آپ ایک مخلص خادم کو معمولی کاروبار تجارت میں بھی دین ہی کو مقدم رکھنے کا سہل ترین گر تسلیم فرماتے ہیں۔ اور پوری سیر چشمی سے اسکی خواہش خدمت کو خرید کر پورا کر دیتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے جماعت میں آپ نے یہ روح پیدا کی ہے۔ چاہیئے کہ

جو تجارتی اشیاء اپنے دوستوں اور بھائیوں سے مل سکیں۔ وہ وہاں سے ہی خریدنی چاہئیں۔

اور تاجروں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ اس تجارت میں مخلوق کی نفع رسانی کا خیال رکھیں

مقصد نیک ہو

اور دنیا کی لالچی طبیعت کا اس میں دخل نہ ہو غرض شیخ صاحب کی دودھ کی دوکان جاری ہو گئی۔ دوکان نے شیخ صاحب کی توجہ کو دینی مشاغل سے نہیں روکا وہ باقاعدہ نمازوں شریک ہوتے۔ اور حضرت اقدس کی مجلس سے اس لئے کبھی اٹھ کر نہ آئے کہ دوکان کا نقصان ہو گا۔ اور نہ حضور کی سیر میں شریک ہونے سے کبھی رکے۔ وہ دکان آپ کو ان مشاغل دینیہ سے کبھی نہ روک سکی۔

خریداران الحکم نوٹ کر لیں

الحکم کے خریداروں کے نام سوا سو روپیہ بقایا ہے۔ جس کے وی پی سال کے گیارہویں مہینہ میں کئے جا رہے ہیں۔ مجھے احباب سے امید ہے۔ کہ سال بھر اخبار لینے کے بعد اب قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اسلئے ہر وہ دوست جس نے قیمت ادا نہیں کی وہ نوٹ کر لیں کہ وی پی آ رہے ہیں۔

(مینیجر)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی طابع و ناشر چھپکر الحکم آفس واقع نواب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا

وصایا

نمبر ۴۳۳۴ - منکہ دیانت خاں ولد ماں خاں قوم افغان پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۲۷ء ساکن حال قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ ماہوار آمد مبلغ ۲۸ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہواری آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور میری وفات کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد - دیانت خاں محرر بیت المال ۱۲
گواہ شد - خواجہ معین الدین محرر بیت المال
گواہ شد - ملو خاں قادیان

نمبر ۴۳۴۷ - منکہ یحیٰ الدین ولد قاضی سعد الدین قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن میاں جی خیل ڈاک خانہ تھل تحصیل بانڈہ داؤد شاہ ضلع کوہاٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۸ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔
۵۰ ایکڑ اراضی زمین مع مکان خام جنکی کل قیمت مبلغ ایک ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسوقت مبلغ ۸۰ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔

اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد - یحیٰ الدین بقلم خود ۱۸
گواہ شد - چراغ الدین مولوی فاضل حال وارد کوہاٹ
گواہ شد - محمد حسین پسر مولوی یحیٰ الدین ساکن میاں جی خیل

نمبر ۴۴۰۲ - منکہ غلام فاطمہ زوجہ محمد اسحاق قوم ورک پیشہ خانہ داری عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت صرف ۴ کنال ۲ ۱/۲ مرلے اراضی ہے۔ جو میں نے مبلغ ۱۳۵۰ روپیہ پر لی تھی یہ زمین محلہ دار البرکات متصل سٹیشن ہے۔ میں اس کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائداد میرے مرنے کے بعد میری پائی جاوے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنا حق مہر وصول کر چکی ہوں جو اسپر لگایا گیا ہے۔ میرا حق مہر ۵۰۰/- روپے تھا۔

(نوٹ)۔ دراصل زمین ساڑھے چار کنال ہے چونکہ اس کا رستہ کوئی نہیں ہے۔ اور ارد گرد سب زمین حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ہیں۔ اور وہ رستہ کا حق بارہواں حصہ لیتے ہیں اسلئے بارہواں حصہ اس زمین سے منہا کر کے اصل زمین ساڑھے بیاسی مرلے رکھدی ہے۔

العبد - غلام فاطمہ بقلم خود ۱۲
گواہ شد - محمد اسمٰعیل سیالکوٹی محلہ دار الفضل قادیان
گواہ شد - محمد اسحاق پروپرائٹر سیالکوٹ ہاؤس قادیان

محکمہ ریلوے کے اکاؤنٹ آفس میں
کلرکوں کی ضرورت

۱۹ اور ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو ریلوے اکاؤنٹ آفس کے کلرکوں کی بھرتی کا امتحان مقابلہ قرار پایا ہے۔

دس اسامیاں خالی ہیں۔ جن میں سے کم از کم چھ مسلمانوں اور ایک دوسری مینارٹی اقوام کے لئے مخصوص ہیں۔

امتحان ذیل کے مضامین میں ہوگا۔

(۱) خوشخطی اور کمپوزیشن۔

(۲) حساب (۳) واقعات موجودہ کا علم یعنی جنرل نالج۔ واقعات حاضرہ۔ تواریخ۔ اور عام حالات جنکا ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو جاننا ضروری ہے۔ ان کے بارہ میں سوالات کیئے جائینگے۔

مفصل قواعد اور درخواست کا فارم چیف اکاؤنٹ افسر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور سے مفت مل سکتے ہیں۔ امتحان میں داخل ہونے والے طالب علم سے پانچ روپیہ فیس داخلہ امتحان لی جاویگی تمام درخواستیں ۱۵ دسمبر ۱۹۳۵ء سے پہلے پہلے پہنچ جانی ضروری ہیں۔ خاکسار

خانصاحب محمد منظور الٰہی
آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور